AL-‘MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal

(June-2025), 1:2(28-59)

اسباب النزول پر منتخب کتب کا تعارفی و تحقیقی مطالعہ

Introductory and research study of selected books on Causes of descent

***Saleemullah Masroor**
PhD Scholar MY University, Islamabad

Keywords:
Descent, Causes, Selected Books, Introductory, Research Study.

Saleemullah Masroor, (2025). ***Introductory and research study of selected books on Causes of descent,*** *Al-‘Muslim Research Journal of Social Sciences 2(1)*.

Abstract:

This research delves into various books that explore the reasons behind things going downhill, aiming to unravel their perspectives in simple terms. By examining these selected works, we seek to uncover shared ideas and differences in how they explain the causes of decline, spanning historical events, societal shifts, and individual experiences. Our objective is to identify recurring patterns or common themes across these books, providing a clearer understanding of the complex factors contributing to descent. Through this accessible study, we hope to shed light on why things decline by synthesizing insights from different sources in a reader-friendly manner.

1. Corresponding author: saleemullah.masroor@gmail.com

C Content from this work is copyrighted by *Al-‘Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

قرآن مجید انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔اس کا ایک حصہ تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتداء محض ہدایت وارشاد کے لیے اتارا گیا اور زیادہ تر حصہ اسی طرح ہی نازل ہوا ہے۔ایسا حصہ اپنے آپ میں خود واضح اور مبین ہے،اس کی گہرائی میں اترنے کے لیے وقتِ نزول کے حالات و واقعات پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ رآن مجید کا کچھ حصہ ایسا ہے جو عہد نبوت کے کسی واقعہ سے مربوط ہے،اس واقعہ کی طرف کہیں اشارہ، کہیں اس واقعہ پر تبصرہ اور کہیں مستقبل کے لیے راہ نمائی موجود ہے۔اس طرح کی آیات کو کماحقہ سمجھنے کے لیے ان اسباب و علل اور وقائع و حوادث کا جاننا ضروری ہے، جو ان آیات کے پس منظر میں کارفرما ہیں۔

اسباب نزول سے مراد وہ واقعات، حوادث اور سوالات ہیں جو کسی آیت یا چند آیات کے نزول کا باعث بنے مثلاً قریش نے رسول اللہ ﷺ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا تو ان کے جواب میں سورۃ کہف نازل ہوئی۔ ایسا بھی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہؓ کے دل میں کوئی خیال آیا اور جلد ہی اس کے مطابق کوئی آیت یا آیات نازل ہو گئیں اور وہ آرزو ان کا سبب نزول بن گئی۔ مثلاً: آپ ﷺ کا بار بار آسمان کی طرف چہرہ مبارک کو کرنا تاکہ قبلہ تبدیل ہو جائے اور پھر قبلہ تبدیل ہو گیا۔سیدنا عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلی بناتے تو اچھا ہوتا۔اسی وقت آیت وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى [1] نازل ہوئی۔

اس بناء پر جمہور کے اصولِ تفسیر میں اسباب النزول کی ایک خاص اہمیت ہے اور علوم القرآن کی فہرست میں اسے ایک مستقل علم کی حیثیت حاصل ہے۔ امام بخاری کے استاذِ گرامی علی بن المدینی نے اس موضوع پر ایک یادگار تصنیف چھوڑی۔ الواحدی [2] ابن حجر [3] اور سیوطی [4] جیسے اصحابِ علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور مستقل تصنیفات لکھی ہیں۔ [5]

اس مختصر مقالہ میں ہم نے یہ بیان کرنا ہے کہ اسباب النزول سے کیا مراد ہے؟ کس طرح کی آیات میں اسباب النزول کا پہچاننا ضروری ہے اور اس حوالے سے اس کی اہمیت کے کیا مراتب ہیں؟ ایک ابدی و دائمی پیغام وحی میں اسباب

1۔ القرآن، 125:2

2۔ ابوالحسن علي بن احمد بن محمد ابن علی الواحدی نیشاپوری الشافعی (م468ھ) کی کتاب **أسباب النزول** طبع شدہ ہے۔

3۔ ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد (773-852ھ/1372-1449ء) کی کتاب "**العجاب في بيان الأسباب**" ہے۔

4۔ عبدالرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطي (م911ھ) کی کتاب **لباب النقول في أسباب النزول** معروف و متداول ہے۔

5۔ سیوطي، **الاتقان**، ص 84؛ ابوعبداللہ محمد بن عبد الباقی زرقانیؒ (1055-1122ھ/1645-1710ء)، **مناهل العرفان**، 89:1

النزول کیوں اہم ہیں؟ نیز اسباب النزول کی اقسام،، مصادر اور بنیادی قاعدہ زیر بحث لایا گیا ہے۔ بعدہ اسباب نزول کے متعلق بحث کرنے والے مصنفین کے کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

اسباب النزول کی تعریف

جس واقعہ کے حوالے سے کوئی آیت نازل ہوئی ہو اور اس میں اس واقعہ کو زیر بحث لایا گیا ہو، اسے سبب النزول کہتے ہیں۔

اسباب نزول اور شان نزول میں فرق

اکثر مفسرین تو ان دونوں تعبیرات کے درمیان کسی فرق کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ ہر وہ مناسبت جس کے تحت آیت یا آیات نازل ہوئیں کبھی انھیں سبب نزول سے تعبیر کیا گیا اور کبھی شان نزول۔ شان نزول،اسباب نزول سے اعم ہے۔ جب بھی کوئی واقعہ یا مناسبت کسی شخص کے بارے میں ہوخواہ وہ واقعہ گذشتہ زمانے میں پیش آیاہو یاحال ومستقبل میں پیش آنے والا ہو یا کوئی حکم ہوتو ان تمام موارد کو آیات کا شان نزول کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں فلاں آیت فلاں نبی یاملائکہ کی مدحت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اسباب نزول کسی حادثہ یاحالات کے پے درپے واقع ہونے کے سلسلے میں نازل ہونے والی آیت یاآیات کو کہتے ہیں با الفاظ دیگر وہ حالات اور واقعات جو ان آیات کے نازل ہونے کا سبب نہیں ہیں۔

تفسیر قرآن میں اسباب النزول کی اہمیت اور فوائد

تفسیر قرآن میں اسبابِ نزول کی معرفت کے بارے میں بھی افراط و تفریط ہے، بعض لوگوں کے نزدیک اسباب النزول کی بالکل کوئی اہمیت ہی نہیں، جبکہ بعض دوسرے لوگ ہر ہر آیت کا کوئی نہ کوئی سببِ نزول تلاش کرتے ہیں۔[6] علم اسباب نزول، قرآن فہمی کے حوالے سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے فوائد علماء کے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "سبب نزول کے جان لینے سے آیت کا مطلب سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے:

فَإِنَّ الْعِلْمَ بِالسَّبَبِ، يُوْرِثُ الْعِلْمَ بِالْمُسَبَّبِ"۔

جو شخص قرآن سمجھنا چاہتا ہے اس کے لئے اسباب نزول کا جاننا ضروری ہے۔

امام واحدیؒ لکھتے ہیں:

"قرآن میں ایسی آیات ہیں کہ اگران سے متعلق واقعہ یا سبب معلوم نہ ہو توان کا مطلب سمجھ میں آہی نہیں سکتا"۔

6۔ واحدي، **أسباب النزول**، ص 8 بحوالہ **الاتقان**، ص 189۔ نجات اللہ صدیقی، **شان نزول اور فہم قرآن**، خصوصی اشاعت، مقالہ بعنوان **"قرآنی علوم بیسویں صدی میں"** (علی گڑھ، ششماہی علوم القرآن جنوری 2004تا دسمبر 2005ء)، ص 77-89

شیخ ابو الفتح القشیریؒ کہتے ہیں: "سبب نزول کا بیان قرآن کے معانی سمجھنے کا ایک قابل اعتماد طریقہ ہے"۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: "بعض محققین علماء نے کہا ہے کہ جو شخص نزول سے واقف نہ ہو، اس کے لئے تفسیر قرآن جائز ہی نہیں"۔

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر آیات کا سبب نزول معلوم نہ ہو تو اس کا مطلب پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور مفسر آیت کے معنی بیان کرنے میں سنگین غلطی کر سکتا ہے۔

اسباب نزول کی معرفت کی ضرورت

جہاں تک کہ عمومی طور پر اسبابِ نزول کی اہمیت کا نظریہ ہے، سو یہ اصحابِ تفسیر بالماثور کے نزدیک ایک مسلّمہ اصول کی حیثیت رکھتا ہے، بنیادی طور پر اس کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔

پہلی وجہ

کلامِ الٰہی اس حوالے سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، بلاشبہ مکان و زمان کی حدود سے بالاتر ہے اور رہتی دنیا تک کے لیے ایک عالمگیر پیغام ہے، لیکن اس کی عملی تعبیر بہر حال ایک خاص زمانے میں، ایک خاص گروہ کے اندر براہِ راست صاحبِ پیغام کی زیر نگرانی تشکیل پائی ہے۔ اس لحاظ سے کوئی بھی کلام اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتی جب تک اس میں مخاطب کی نفسیات، اس کی ذہنی سطح، اس کی صورتحال کے عملی تقاضے پیش نظر نہ رکھے جائیں۔ اسے ہی علم بلاغت میں "مطابقة الكلام لمقتضي الحال" (کلام کا صورتحال کے مطابق ہونا) کا نام دیا گیا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ہی لفظ ایک صورتحال میں ایک معنی دیتا ہے اور وہی لفظ کسی دوسری صورتحال میں یکسر مختلف معنی پیش کر رہا ہوتا ہے۔

علی سبیل المثال: استفہام کے لیے جو الفاظ مستعمل ہیں، ان کے معانی میں تغیر و تنوع "مُقْتَضَي الحال" یعنی صورتحال کے تقاضے اور سیاق و سباق سے طے ہوتا ہے، ایک ہی کلمہ استفہام کہیں استفسار کے لیے ہوتا ہے اور کہیں انکار کے لیے، ایک مقام پر استعجاب کا مفہوم دے رہا ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر زجر و توبیخ کا۔ اس طرح صیغہ امر کسی موقع پر اباحت کا مفہوم دیتا ہے اور کہیں فرض و وجوب کا۔ ایک ہی کلمہ اور ایک ہی اسلوب میں معانی کا یہ تغیّر مقتضی الحال سے سمجھا جاتا ہے، متکلم کا اندازِ کلام اور اشارات، مخاطب کی صورتحال اور نفسیات کا فہمِ کلام میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، ظاہر ہے یہ ساری صورتحال خود کلام کے اندر منتقل نہیں ہوتی، بلکہ یہ صورتحال نفس کلام سے ایک خارجی اور بیرونی چیز ہوتی ہے۔ اسبابِ نزول در حقیقت مفسرین کی طرف سے مقتضی الحال کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کی ایک اہم کاوش ہے، کیونکہ بعض اجزائے کلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ اگر قرائن اور مقتضی الحال کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو فہم کلام کی صحیح راہیں معدوم یا محدود ہو سکتی ہیں یا کم از کم اس کے

مخصوص اجزاء پوری طرح واضح نہیں ہو پاتے ہیں۔ امام شاطبیؒ رحمہ اللہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے اسباب نزول کی اہمیت پر لکھتے ہیں:

> فهي من المهمات في فهم الكتاب بلا بُدٍّ، ومعنى معرفة السبب هو معنى معرفة مقتضى الحال، وينشأ عن هذا الوجهِ (7)

> یہ (اسباب نزول) کتابِ الٰہی کے فہم میں اہم حیثیت رکھتے ہیں، ان کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، سببِ نزول کی پہچان کا مطلب مقتضی الحال کو پہچاننا ہے، اس وجہ سے اس کی اہمیت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

دوسری وجہ

اسبابِ نزول سے عدمِ واقفیت کی بناء پر متنوع شبہات، اشکالات اور احتمالات پیدا ہو جاتے ہیں، یہی چیزیں اختلاف کا سبب بن جاتی ہیں۔ نافع سے ان کے شاگرد بکر نے پوچھا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے بارے کیا مؤقف تھا؟ نافع نے جواب دیا:

> يراهم شرار خلق الله ، وقال: إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت في الكفار ، فجعلوها على المؤمنين (8)

> وہ انہیں بدترین مخلوق سمجھتے تھے، وہ آیات جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، خارجی لوگ ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا کرتے تھے۔

امام شاطبیؒ نے اس بارے میں کئی شواہد اور واقعات نقل کیے ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لوگ کس کس طرح اسبابِ نزول سے عدمِ واقفیت کی بناء پر آیاتِ قرآنیہ کی غلط تعبیرات کرتے رہے اور اپنے مفاہیم کشید کرتے رہے۔ (9)

اہمیت کے لحاظ سے اسباب نزول کی اقسام

اسبابِ نزول کی درج بالا اہمیت اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے، لیکن بہر حال ان کی اہمیت تمام آیاتِ قرآنیہ کے لیے یکساں نہیں ہے اور اسبابِ نزول کی اہمیت کے بارے افراط اور تفریط کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا کہ

7۔ أبو إسحاق إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الشاطبيّ (ھ)، المحقق: أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، **الموافقات**، (بیروت: دار ابن عفان، ط ا،   ھ—   ء)، 241:3

8۔ ایضاً

9۔ **ایضاً**، 3:241-244

کچھ آیات کا فہم اسبابِ نزول کے بغیر ممکن ہی نہیں جبکہ بعض دیگر آیات کے لیے اسبابِ نزول کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس طرح کی آیات کے لیے اسبابِ نزول کا کیا مقام ہے؟ اور اس کی ترتیبی حیثیت کیا ہے؟ اس لحاظ سے اسبابِ نزول کی درج ذیل پانچ بنیادی اقسام ہیں۔ (10)

پہلی قسم

وہ اسبابِ نزول جو مقصود بالذات ہیں اور قرآن مجید میں براہِ راست انہی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے، ظاہر ہے اس طرح کے اسبابِ نزول کو پہچانے بغیر ایسی آیات کی تفسیر ممکن ہی نہیں مثلاً واقعہ افک، غزوہ بدر، غزوہ حنین وغیرہ پر قرآن مجید نے تفصیلی تبصرہ پیش کیا ہے، جب تک ان واقعات کی تفصیلات اور پس منظر ایک مفسر کے ذہن میں نہ ہو، ایسی آیات کی صحیح تفسیر نہیں ہو سکے گی۔

دوسری قسم

کچھ اسبابِ نزول ایسے ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے قیدِ واقعی یا شرطِ واقعی کے طور پر واضح اشارہ کیا ہے، ایسی آیات کی بھی صحیح توجیہ اسبابِ نزول کو پہچانے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ اس نوعیت کے شانِ نزول کو اگر مدنظر نہ رکھا جائے تو بعض آیاتِ قرآنیہ کے ایسے مفاہیم بھی اخذ ہو سکتے ہیں جو احکام و مصالح کے بالکل خلاف ہوں۔ سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ ہے:

> لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (11)
>
> جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

10۔ ابن عاشور، محمد طاہر بن عاشور (1879ء– 1973ء) 1:47-54، **التحریر والتنویر**، (بیروت: دارالتونسیہ، 2002ء)، ج۵، ص155
شاہ ولی اللہ دہلوی، (دہلی: جامع مسجد، اردو بازار، مکتبہ البرہان، س ن)، **الفوز الکبیر**، ص 48-55۔ یہ اقسام ان دونوں کتابوں سے مستفاد ہیں۔

11۔ **القرآن الکریم**، 5:93

اس آیت مبارکہ کی ظاہری عبارت سے یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے کہ ایماندار، نیک اور تقویٰ شعار لوگوں پر کھانے پینے کی کوئی پابندی نہیں ہے، لیکن یہ مفہوم خلافِ شرع ہے۔ اس لیے کہ شریعت نے حلال و حرام کی حدود و قیود مقرر کر دی ہیں، ان سے کسی کو مفر نہیں، یہاں شانِ نزول کی معرفت سے آیتِ مبارکہ کا صحیح مفہوم متعین ہوتا ہے۔ [12]

اس کے سبب نزول سے متعلق سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز شراب حرام کی گئی ہیں، اس دن سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں شراب پلا رہا تھا اور شراب صرف انگور، کچی اور پکی ہوئی کھجوروں سے کشید کیا ہوا شیرہ تھا، اسی اثناء میں ایک منادی نے آواز لگائی، سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: جاؤ نکل کر دیکھو، میں نے دیکھا تو منادی اعلان پکار رہا تھا: سن لو! شراب حرام کی جا چکی ہے بس اس کے بعد شراب مدینہ کی گلیوں میں بہہ پڑی۔ مجھے سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بھی باہر جا کر اسے بہا دو، سو میں نے بہا دی۔ صحابہ نے کہا یا ایک دوسرے سے پوچھا: فلاں، فلاں اور فلاں صحابہ کرام تو شہید ہو چکے، شہید ہو چکے ہیں، جبکہ شراب ان کے پیٹوں میں تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ [13]

مذکورہ سبب نزول سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آیت مبارکہ میں صحابہ کے ذہن میں پیدا ہونے والے اشکال کو رفع کیا گیا ہے۔ جب تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس حالت میں شراب پی کر جو صحابہ رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش کر چکے یا فوت ہو چکے ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ان کا خاتمہ ایمان اور تقویٰ پر ہوا ہے، شراب نوشی ان اہل ایمان و تقویٰ کے حق میں اس لیے حرام نہیں کہ اس وقت یہ حرام ہی نہیں کی گئی تھی۔

سببِ نزول کی روشنی میں مفہوم یہ ہوگا کہ اہل ایمان اور صالح لوگوں پر بوقت اباحت کسی مباح چیز کو کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ غزوہ اُحد میں کئی صحابہ کرام شراب پی کر شریک جہاد ہوئے اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ [14]

تیسری قسم

عہد نبوی میں کچھ خاص واقعات پیش آئے، جن پر تفصیلی احکام و مسائل قرآن مجید میں بیان کئے گئے۔ ایسے واقعات بھی مفسرین اسباب النزول کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ اس طرح کے اسباب النزول اگرچہ آیات کی تفسیر میں بنیادی

12۔ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری، (839ء۔923ء) **تفسیر الطبري**، 576:10،
امام بخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری (194-256ھ/810-870ء)، **صحیح البخاری**، کتاب التفسیر، تفسیر المائدہ، باب: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا، حدیث: 4620

13۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل **صحیح البخاري**، کتب المظالم، باب حبّ الخمر في الطريق، حدیث: 2464

14۔ بخاری، **صحیح البخاري**، کتاب التفسیر، باب: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا، حدیث: 4620

حیثیت نہیں رکھتے، تاہم ان کی معرفت سے تفسیر کے فہم اور تطبیق میں مزید انشراح پیدا ہوتا ہے۔ اس قسم کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں:

وهذا القسم لا يفيد البحث فيه إلا زيادة تفهم في معنى الآية وتمثيلا لحكمها(15)

اس قسم کی تحقیق کا بس یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آیت کے فہم میں اضافہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے شرعی حکم کی ایک محکم مثال سامنے آ جاتی ہے مثلاً آیۃ اللعان (سورۃ النور: 6 تا 10) کی تفسیر میں عویمر العجلانی اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔16

چوتھی قسم

مفسرین کچھ ایسے اسباب النزول کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں، جو حقیقتاً اسباب النزول نہیں ہیں بلکہ آیات کے مصداقات اور امثلہ ہیں۔ اس طرح کے اسباب النزول کی معرفت یا عدم معرفت کا تفسیر پر کوئی اثر نہیں ہوتا مثلاً قرآن مجید کے کئی مقامات میں نیک بخت لوگوں اور ان کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے، بعض اسباب النزول میں ان کی تعیین کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے کئی مقامات میں بدبخت لوگوں اور ان کی صفاتِ بد کا تذکرہ ہے، اسباب النزول میں ان کی تحدید و تعیین کی گئی ہے۔ اس طرح کی آیات مبارکہ میں اعمال صالحہ اور ان کے عاملین کی مدح و توصیف مقصود ہوتی ہے یا پھر اعمال سیئہ اور ان کے مرتکبین کی تقبیح و تحقیر یا کوئی مخصوص شخص اصلاً مراد ہی نہیں ہوتا۔

پانچویں قسم

وہ اسباب نزول جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہیں، اس قسم کے اسباب النزول میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

وأما إفراد محمد بن إسحاق والواقدي والكلبي وما ذكروا تحت كل آية من قصة فأكثره غير صحيح عند المحدثين وفي إسناده نظر، ومن الخطأ البين أن يعد ذلك من شروط التفسير-والذي يري أن تدبر كتاب الله متوقف عليٰ حفظه فقد فات حظه من كتاب الله.(17)

15۔ ابن عاشور، **التحریر والتنویر**، 1:48

16۔ ابن کثیر، ابو الفداء، سماعیل بن عمر بن کثیر بن ضَوْ بن درع القرشی الحَصْلی البُصروی الدمشقی الشافعی (م 774ھ) (بیروت: دار ابن کثیر، 200۴ء) **تفسیر ابن کثیر**: 3:366-369

17۔ **الفوز الکبیر**: ص 50-51

محمد بن اسحاق، وادی اور کلبی کی مبالغہ آمیز روایات اور ہر آیت کے ذیل میں ذکر کردہ واقعات اکثر و بیشتر محدثین کے نزدیک غیر صحیح ہیں اور ان کی اسانید محل نظر ہیں، اس طرح کے اسباب نزول کو شروطِ تفسیر میں شامل کرنا واضح غلطی ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ کتابِ الٰہی میں تدبر ان واقعات کو ازبر کرنے پر موقوف ہے، یقیناً وہ کتاب الٰہی میں اپنے نصیب سے محروم رہ جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ضعیف و موضوع اسباب نزول نہ صرف یہ کہ تفسیر سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان میں اُلجھنے والا حقیقی تفسیر سے محروم رہ جاتا ہے۔

اسباب نزول جاننے کا بنیادی قاعدہ

کسی آیت کا سبب نزول جاننے کے لئے صحیح روایات درکار ہوتی ہیں۔ وہی روایت مقبول ہو گی جو نبی کریم ﷺ سے یا صحابہؓ سے متصل صحیح یا حسن سند کے ساتھ منقول ہو۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ ہر وقت نبی کریم کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ امام واحدیؒ کا قول ہے:

> قرآن کریم کے اسباب نزول کی بابت بجز ان لوگوں کی ہدایت اور سماعی بیان کے جنہوں نے قرآن کو بچشم خود دیکھا اور اسباب النزول میں درک پیدا کیا اور اس علم کی تحقیق کی ہے۔ کوئی دوسری بات کہنا ہر گز جائز نہیں۔ (18)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

> اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کے کتاب کی ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی۔ (19)

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں ہر ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن کو، میدانی علاقہ میں اتری یا پہاڑ پر۔ (20)

مصادر اسباب نزول

آیت کا سبب جاننے کے لئے حسب ذیل کتب سے مدد لی جاسکتی ہے۔

18۔ الاتقان، ا: 75

19۔ الاتقان، ا: 9

20۔ نفس مصدر

کتب تفسیر

کتب تفاسیر جن میں مفسرین کرام آیات کے اسباب النزول بھی لکھتے ہیں۔ مثلاً: تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر طبری۔ وغیرہ۔ اگر وہاں اختلاف نظر آئے تو مندرجہ بالا اصولوں کو مدنظر رکھا جائے گا۔

کتب حدیث

کتب حدیث کے مختلف ابواب میں کتاب التفسیر کے نام سے بھی ایک باب ہوتا ہے۔ جس میں اسباب نزول کی روایات بھی نقل کی جاتی ہیں۔ اس کی مثال صحیح بخاریؒ میں موجود باب التفسیر ہے۔

علم اسباب النزول پر کتب کا تعارف

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے تعلیمات اسلامی کی ماٰخذ میں سے قرآن کریم پہلا اور بنیادی ماخذ ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے جن علوم کی ہمیں ضرورت ہے ان کو "علوم القرآن" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علوم القرآن کی سینکڑوں انواع ہیں جن میں سے "سبب نزول "نہایت اہمیت کی حامل نوع ہے۔ ماہرینِ علوم القرآن نے اس فن پر کتب تحریر کرتے ہوئے "اسباب نزول "کی نوع کو لازمی طور پر اپنی کتب کا حصہ بنایا ہے۔ علوم القرآن کی اس نوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر علماء کرام نے باقاعدہ الگ سے کتب تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ واحدی کے بعد اس نوع پر باقاعدہ طور پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "لباب النقول فی اسباب النزول" کے نام سے قابل قدر کتاب تالیف فرمائی ہے۔ ذیل میں منتخب کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔لباب النقول فی اسباب النزول

یہ کتاب ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ رجب 849ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور 19 جمادی الاول 911ھ میں وفات پائی۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے یتیمی میں پرورش پائی۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر سے قبل ہی قرآن کریم حفظ کر لیا۔ ابتداءًامام نوویؒ کی عمدۃ الاحکام اور المنہاج، الفیہ ابن مالکؒ اور المنہاج للبیضاویؒ حفظ کیں۔ آپ نے جن عظیم ہستیوں سے کسب علم و فیض کیا ان میں سے سراج الدین البلقینی، حافظ مناوی، تقی الدین الشبلی، محی الدین الکافیجی، الشمنی ،الشار مساحی اور سیف الدین الحنفی رحمھم اللہ زیادہ نمایاں ہیں۔ کتب تراجم میں 42 کے قریب خواتین کے اسماء کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جن سے علامہ سیوطی نے علم حاصل کیا۔ امام سیوطی کے طلب علم کے شوق کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

جب آپ 869ھ کو حج کرنے گئے تو زم زم پیتے وقت آپ نے اللہ تعالی سے یہ دعا کی کہ :اے اللہ مجھے فقہ میں سراج الدین البلقینی اور حدیث میں ابن حجر جیسا رتبہ عطا فرما۔[21]

اللہ تعالی نے آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی اور بدیع جیسے عظیم علوم میں ایک خاص ملکہ عطا کیا۔ آپ کو اس امت کے مجددین میں سے ایک مجدد مانا جاتا ہے۔ امام سیوطی نے دین اسلام کی تعلیمات کے ہر گوشہ کے بارے قلم اٹھایا۔ آپ کی تالیفات کے متعلق مختلف لوگوں نے مختلف تعداد ذکر کی ہے اور کئی کتب تراجم میں آپ کی کتب کے اسماء کی فہرست ذکر کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔امام سیوطی کے شاگرد عبدالقادر الشاذلی نے "بهجة العابدین بترجمة حافظ العصر جلال الدین" کے تیسرے باب میں امام سیوطی کی 524 کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ وہ کتب ہیں جن کو امام سیوطی نے اختیار کیا اور اپنی وفات تک ان کو اپنی کتب میں شامل رکھا۔[22] بروکلمان نے 415 اور الاستاذ جمیل بک العظم نے 576 کتب کا تذکرہ کیا ہے۔[23] عبدالقادر العیدروسؒ نے النور السافر میں کہا کہ امام سیوطی کی کتب کی تعداد 600 ہے اور جو کتب انہوں نے دھو ڈالی تھیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔[24] ایاد خالد الطباع نے اپنی کتاب میں امام سیوطی کی کتب کی تعداد 1194 لکھی اور ساتھ انہوں نے تمام کتب کے اسماء کی فہرست بھی ذکر کی ہے اور امام سیوطی کی کتب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے : 1: مطبوع 2: مخطوط 3: مفقود۔[25]

الاتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر بالماثو، لباب النقول فی اسباب النزول، تفسیر الجلالین، تدریب الراوی، الاشباہ والنظائر فی الفقہ، الاشباہ والنظائر فی النحو، جمع الجوامع، طبقات المفسرین، اسعاف المبطاء فی رجال الموطاء اور حسن المحاضرۃ جیسی کتب امام جلال الدین سیوطی کی مشہور کتب ہیں۔ امام سیوطی اور ان کے معاصرین کے مابین تصنیف وتالیف کے سلسلے میں شدید قسم کے "تنافس" کی فضاء بن چکی تھی جو حسد اور اتہام تک جا پہنچی تھی اسی وجہ سے آپ پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ معاصرین اور متقدمین کی کتب چوری کر کے ان میں کچھ ردوبدل کر کے ان کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں اور ان کی اکثر کتب وہ جو انہوں نے مکتبہ محمودیہ سے لیں ان میں کچھ تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ

21۔ عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ، الحسینی، الحضرمی، الیمنی الہندی، (1038ھ)، **النور السافر عن اخبار القرن العاشر** (بیروت لبنان: دار صادر، الطبعۃ الاولی، 2001ء)، ص 91، 90۔

22۔ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، **معمة العلوم الاسلامیہ** (دمشق: دار القلم، الطبعۃ الاولی، 1996ء)، ص 309

23۔ سیوطی، **مقدمة المحقق، الاتقان**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی، 2008ء)، ص 45

24۔ **النور السافر**، ص 91

25۔ سیوطی، **معمة العلوم الاسلامیة**، ص 312 تا 405

سب کچھ صرف معاصرانہ چشمک کی وجہ سے تھا، امام سیوطی جب بھی کسی سے کچھ نقل کرتے ہیں تو ساتھ اس کا حوالہ اور نام ذکر کرتے ہیں جو سرقہ نہیں کہلا سکتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے علوم القرآن میں خاص ایک نوع ''اسباب النزول'' پر ایک مناسب حجم والی کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات کے سبب نزول کو بیان کرنے میں احادیث و آثار کو بنیاد بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے علوم اسلامیہ اور بالخصوص علوم القرآن والتفسیر کے بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا، امام موصوف نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں کتاب تالیف کرنے کے لئے مآخذ و مصادر کا خود تذکرہ فرمایا ہے۔

لباب النقول میں امام سیوطیؒ کا منہج واسلوب

لباب النقول میں امام سیوطی نے تالیف و جمع آوری کا منہج اختیار کیا ہے۔ اس کتاب میں امام سیوطی کا منہج بیانیہ اور کچھ مقامات پر تجزیاتی ہے۔ امام سیوطی نے تحقیقی اسلوب اختیار کیا ہے اور آغاز سے لے کر اختتام تک کتاب کا اسلوب تقریبا ایک جیسا ہی ہے۔ امام سیوطی نے سادہ اور عام فہم عربی زبان میں یہ کتاب قلم بند فرمائی ہے۔ کتاب مقدمہ کے بعد 102 عنوانات پر مشتمل ہے۔ امام سیوطی نے 102 سورتوں کی منتخب آیات کا سبب نزول بیان کیا ہے۔

12 سورتوں الفاتحۃ، النمل، الملک، نوح، الانشقاق، البروج، البلد، الشمس، البینۃ، القارعۃ، العصر اور الفیل کا امام سیوطی نے لباب النقول میں تذکرہ نہیں کیا۔ یوں کتاب کا پہلا عنوان/باب سورۃ البقرۃ ہے اور آخری عنوان سورۃ المعوذتین ہے۔

ابواب کی ترتیب سورتوں کی اسی ترتیب کے مطابق ہے جو ترتیب قرآنی مصاحف میں ہے۔

امام سیوطی سورۃ کے نام سے باب قائم کرتے ہیں اور اس کے بعد مزید تقسیم ''قولہ تعالی'' کے ساتھ کرتے ہیں یعنی ایک آیت کا سبب نزول ذکر کرنے کے بعد جب اگلی آیت کا تذکرہ کرنا ہو تو الفاظ ''قولہ تعالیٰ'' درج فرماتے ہیں۔

آپ جس آیت کا سبب نزول بیان کرنا مقصود ہو اس پوری آیت کو تحریر کرنے کی بجائے اس آیت کے ابتدائی چند الفاظ ذکر کر کے ''الآیۃ'' لکھتے ہیں۔

ایک باب (یعنی سورۃ) کے تحت متعدد آیات کا سبب نزول ذکر کرتے وقت آیات کو قرآنی ترتیب کے مطابق ہی لاتے ہیں۔

آیات کے سبب نزول کے متعلق احادیث ذکر کرتے وقت اس کے مصدر کا لازمی ذکر کرتے ہیں۔

حدیث میں بسا اوقات مکمل سند بھی ذکر کرتے ہیں اور بسا اوقات صرف کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں، سند پوری ذکر نہیں کرتے۔ جیسے :روی البخاری وغیرہ عن عمر قال: وافقت ربی فی ثلاث،۔۔۔[26]

26۔ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین، **لباب النقول فی اسباب النزول**، (بیروت: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ط: اول، 2002ء)، ص 25

کچھ روایات و آثار جن کی سند کے صحیح نہ ہونے کا امام سیوطی کو علم بھی تھا ان کو بھی امام سیوطی نے متعلقہ آیات کے سبب نزول میں ذکر کیا ہے جیسے:۔۔۔۔۔اخرج الحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الدلائل بسند ضعیف۔۔۔[27]

بعض اوقات مولف اور کتاب دونوں کا نام ذکر کرتے ہیں جیسے : قال شیخ الاسلام ابن حجر فی فتح الباری۔۔۔[28]

بعض اوقات صرف مولف/مفسر کا نام ہی ذکر کرتے ہیں کتاب کا نام ذکر نہیں کرتے۔ جیسے : اخرج ابن جریر عن ابی العالیہ قال : قالت الیھود۔۔۔۔[29]

سبب نزول کے متعلق متعدد اقوال ہوں تو ان کو الگ الگ ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔[30]

بعض مقامات پر متعدد اقوال میں سے راجح اور اصح قول کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں، جیسے:۔۔۔قلت: القول الاول اصح اسنادا و انسب بما تقدم اول السورۃ۔[31]

کئی مقامات پر متعدد اقوال کو ذکر کرکے بغیر کوئی تبصرہ کئے گزر جاتے ہیں اور اصح/راجح کی نشاندہی نہیں فرماتے۔[32]

حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کی سند پر کلام بھی فرماتے ہیں جیسے : ۔۔۔۔۔ ھذاالاسناد واہ جد،فان السدی الصغیر کذاب و کذا الکلبی ، وابو صالح ضعیف ۔جیسے : ۔۔۔۔۔ عبد الغنی واہ جدا ۔[33]

ایک آیت کے سبب نزول میں ذکر کردہ حدیث کی سند اور متصل اگلی آیت کے سبب نزول کی حدیث کی سند اگر ایک ہی ہو تو دوبارہ مکمل سند ذکر کرنے کی بجائے "من الطریق المذکور" کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ جیسے:اخرج ابن ابی حاتم من الطریق المذکور۔۔۔[34]

ایک صحابی کی حدیث اگر حدیث کی متعدد کتب میں ہو تو سب کا تذکرہ فرماتے ہیں جیسے: اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن ابن عمر قال: کان النبیﷺ یصلی علی[35] ۔جیسے: اخرج الأئمة الستة وغیرھم عن زید بن ارقم قال: کنا نتکلم علی عھد رسول اللہﷺ فی الصلاۃ ۔۔۔[36]

27۔ نفس مصدر، ص16
28۔ نفس مصدر، ص17
29۔ نفس مصدر، ص17
30۔ نفس مصدر، ص15
31۔ سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول، ص14
32۔ نفس مصدر، ص15
33۔ نفس مصدر، ص13
34۔ نفس مصدر، ص22

لباب النقول کی امتیازی خصوصیات

امام سیوطی کی یہ کتاب درمیانے حجم کی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔اس کتاب میں امام سیوطی نے قرآن کریم کی 102 سورتوں کی متعدد آیات کے اسباب نزول کواحادیث وآثار کی روشنی میں بیان کیاہے۔اس کتاب میں امام سیوطی نے بنیادی مآخذ ومصادر (کتب حدیث وتفسیر) سے براہ راست استفادہ کیاہے۔کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور مولف نے سورتوں اور آیات کو مصحف قرآنی کی ترتیب سے کتاب میں جمع کیا ہے۔امام سیوطی کی دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی اپنے میدان میں ایک موسوعہ کی حیثیت کی حامل ہے جس میں امام سیوطی نے آیات کے اسباب نزول بارے خاطر خواہ تعداد میں اقوال وآراء کو جمع کر دیا ہے۔اس میں امام سیوطی نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ باحوالہ ہیں یعنی اس کو بیان کرنے والے محدث /کتاب کا باقاعدہ تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں امام سیوطی نے صحیح وضعیف اور مقبول ومردود روایات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔اس کتاب کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ امام موصوف نے وہی روایات ذکر کیں ہیں جن کا تعلق اسباب نزول سے ہے، غیر متعلقہ روایات جمع نہیں کیں۔

جدت طرازی

کتاب کے مقدمہ میں اسباب نزول سے آگاہی ضروری ہے یا نہیں اس بحث کے بعد امام سیوطی نے امام واحدی کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ کتاب اس فن (اسباب نزول) میں مشہور کتاب ہے مگر میری کتاب کچھ باتوں میں اس کتاب سے ممتاز ہے۔یہ کتاب علامہ واحدی کی کتاب سے مختصر ہے، ہر حدیث کی اس کے بیان کرنے والے کی طرف نسبت کرنا، صحیح و غیر صحیح اور مقبول و مردود کی نشاندہی کرنا، متعارض روایات میں جمع کی صورت، اور صرف اسباب نزول کی احادیث کو ذکر کرنا اور غیر متعلقہ کو ذکر نہ کرنا اس کتاب کے امتیازات ہیں۔ [37] امام سیوطی نے یہ بات اس لیے ذکر کی کیونکہ امام واحدی نے کچھ ایسی احادیث وآثار کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کا اسباب نزول سے تعلق نہیں ہے ۔

کتاب پر ہونے والا کام

- امام سیوطی کی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول کو موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت لبنان نے 2002ء میں شائع کیا ہے لیکن اس کی تحقیق معیاری نہیں ہے اور محقق کا نام بھی کتاب پر درج نہ ہے تاہم کتاب کے آخر میں محقق نے

35۔ نفس مصدر

36۔ نفس مصدر، ص48

37۔ نفس مصدر، ص9-10

فہرست اطراف الحدیث، فہرست الاعلام، فہرست القبائل، فہرست المدن والاماکن والبلدان اور فہرست الغزوات کے عناوین کے تحت فہارس بڑی محنت سے تیار کی ہیں۔

۲۔ اسباب نزول آیات قرآن کریم" کے نام سے 596 صفحات پر مشتمل لباب النقول فی اسباب النزول کا فارسی میں ترجمہ و تحقیق www.aqeedeh.com نامی ویب سائیٹ نے شائع کیا ہے۔نام مترجم عبدالکریم ارشد،نام محقق عبدالرزاق المہدی اور یہ کتاب www.islamhouse.com پر بھی دستیاب ہے۔

۳۔ لباب النقول کو الاستاذ احمد عبدالشافی کی تحقیق کے ساتھ دا لکتب العلمیہ، بیروت لبنان نے شائع کیا ہے۔

۴۔ یونیورسٹی آف ساؤتھ افریقہ میں لباب النقول پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ مقالہ نگار محمد حسن محمد الخولی نے پروفیسر یوسف دادو کے زیر اشراف 508 صفحات پر مشتمل مقالہ "شرح لباب النقول فی اسباب النزول" کے نام سے تحریر کیا جو مئی 2014ء میں مکمل ہوا۔ عربی زبان میں لکھے گئے اس مقالہ میں مقالہ نگار نے ایک مخطوط نسخے پر کام کیا ہے اور کتاب میں مذکورہ احادیث و آثار کی تخریج اور ان کی صحت وضعف کے حکم کو واضح کیا ہے، اسباب نزول کیلئے امام سیوطی نے جن آیات کو کتاب میں نقل کیا ہے ان کے اسباب نزول کے متعلق جو باتیں امام سیوطی نے ذکر نہیں کیں ان کا استدراک کیا ہے اور پھر کتاب میں مذکورہ آیات کی مختصر تفسیر ذکر کی ہے اور ساتھ کتاب میں وارد غریب الفاظ کی وضاحت بھی کی ہے یہ مقالہ www.media.tafsir.net پر دستیاب ہے۔

5: لباب النقول کو دارالکتاب العربی، بیروت لبنان نے 2006ء میں عبدالرزاق المہدی کی تخریج وتعلیق کیساتھ شائع کیا۔

2۔الدرالمنثور فی تفسیر بالماثور

تفسیر الدر المنثور، جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور۔الدر المنثور ایک تفسیر بالماثور ہے جو امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی کی مایہ ناز عربی تفسیر ہے جس میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع فرمایا ہے۔علامہ سیوطی اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث وآثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا تھا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں، علم کے حصول کا شوق بھی قدرے ماند پڑ گیا ہے اور ان کا ذوق اس تطویل کو پڑے تو میں نے صرف احادیث کے متون پر انحصار کیا اور ساتھ ساتھ ہر روایت اثر کا مخرج بھی ذکر کیا ہے۔علامہ موصوف نے اس تفسیر میں اس بات کا خصوصی التزام فرمایا ہے کہ اس میں اپنی رائے کو بالکل ذکر نہیں فرمایا۔یعنی انہوں نے اس تفسیر میں جتنی بھی روایتیں نقل فرمائی ہیں ان میں اپنی رائے کے عمل کو خلط ملط نہیں کی۔

واضح رہے کہ مؤلف نے اس تفسیر میں صحیح و غیر صحیح دونوں قسم کی روایات کو جمع کیا ہے،ان کا ارادہ تھا کہ نظر ثانی وقت وہ صحیح کو غیر صحیح روایات سے ممتاز فرمائیں گے لیکن افسوس! کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔[38]

3۔الإتقان فی علوم القرآن

یہ دو جلدوں میں شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب ہے،اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: "الحمد للہ الذي أنزل علی عبده الكتاب...الخ" یہ کتاب ان کی عظیم یادگار اور مفید کارنامہ ہے۔انھوں نے اس میں اپنے شیخ کافیجی کی تصنیف کو مختصر کیا ہے اور بلقینی رحمہ اللہ کی "مواقع العلوم" کو بہ طور استقلال کے ذکر کیا ہے۔پھر "التحبیر في علم التفسیر" لکھنے کے بعد امام زرکشی رحمہ اللہ کی کتاب "برہان" جو ایک جامع کتاب ہے،ان کے ہاتھ لگ گئی۔انھوں نے اسے از سر نو تصنیف کیا اور اس میں اسی (۸۰) انواع کا اضافہ کیا اس کتاب میں اسباب نزول کے حوالے الگ نوع میں مفصل بحث موجود ہے۔انھوں نے اپنی اس کتاب کو اپنی "مجمع البحرین" نامی "تفسیر کبیر" کا مقدمہ ٹھہرایا اور فرمایا کہ ان میں سے غالب انواع پر جداگانہ تصنیف پائی جاتی ہیں۔

یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں دار الامارۃ کلکتہ سے طباعت کے سانچے میں ڈھلی اور اس نے اہلِ علم کے ہاتھوں میں آکر خوب شہرت کمائی۔علومِ قرآن کی انواع کو جمع کرنے کے لحاظ سے اس طرح کی کوئی کتاب دکھائی نہیں دیتی۔حق یہ ہے کہ سیوطی رحمہ اللہ اس موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے اعجاز القرآن کے فنون کے طالب علم کے لیے ایک مشفق استاد اور علومِ فرقان کے خادم کے لیے ایک رفیق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

4۔مناھل العرفان فی علوم القرآن کا تعارف

شیخ عبد العظیم زُرقانی الازہری متوفی ۱۹۴۸ء نے جامعہ ازہر کے کلیہ اُصولِ دین کے دعوت وارشاد کے متخصصین کے لیے ایک کتاب تالیف کی،جس کا مقصد انھوں نے یہ بتایا کہ علمائے سابقین کے علوم سے جدید استفادہ ہو۔مستشرقین کے شبہات کا جواب دیا جائے اور طلبہ میں تحقیق کا جذبہ ابھارا جائے۔ان کا کہنا ہے کہ "میری تحریر؛ فکر و تعبیر میں جدید ازہری انداز کی ہوگی،تاکہ اس کا سمجھنا جدید نسل کے پڑھنے والوں کے لیے آسان ہو،جن میں ازہری محقق اور عمومی اہلِ دانش شامل ہیں، کیونکہ ہر زمانے کی اپنی زبان و بیان اور منطق و برہان ہوتے ہیں: وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔[39]

شیخ عبد العظیم زُرقانی کی مایہ ناز کتاب مناھل العرفان في علوم القرآن کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

38۔ **تفسیر در منثور**،(لاہور: دار الاشاعت،2012ء)

39۔ **القرآن الکریم**،14: 4

قرآن کے نام

کتاب کے آغاز میں علامہ زُرقانی نے "علوم القرآن" کی ترکیب کا تعارف، قدیم منطقی مباحث اور جدید ادبی اسلوب کے ساتھ پیش کرنے کے بعد قرآن کی تعریف بھی متکلمین، فقہاء اور علماے عربی لغت کے نزدیک بیان کی ہے اور پھر قرآن کے مختلف نام ذکر کیے ہیں۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ قرآن کے پانچ ناموں میں قرآن اور فرقان زیادہ معروف، جبکہ ذکر، کتاب، اور تنزیل بھی ہیں۔ ان کے سوا صفاتی نام ہیں اور ان کے درمیان اصولِ فارق یہ ہے کہ یہ صفات کے طور پر قرآن میں مستعمل ہیں، جیسے إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ [40] اور وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ [41] ان آیات میں کریم اور مبارک بطور صفت مستعمل ہیں۔ صاحبِ کتاب نے قرآن کی متعدد تعریفات میں سے اس کو ترجیح دی ہے:

القرآن هو كلام الله المعجز، المنزل على النبي ﷺ، المكتوب في المصاحف، المنقول بالتواتر، المتعبد بتلاوته۔

قرآن اللہ کا معجز کلام ہے جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور تواتر سے منقول ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے"۔

علوم القرآن کی تعریف

علوم القرآن کا ایک اہم مسئلہ خود اس علم کی تحدید و تعیین ہے یعنی کون سے مباحث علوم القران میں شامل ہیں اور کون سے شامل نہیں ہیں۔ کتاب میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ وہ علوم جو قرآن کے نزول، اس کی ترتیب، جمع و کتابت، قراءت و تفسیر، اعجاز اور ناسخ و منسوخ سے بحث کریں یا اس پر وارد ہونے والے شبہات کو رفع کریں، ان کا موضوع ان مذکورہ حیثیات سے قرآن کریم ہے جبکہ علوم القرآن کا موضوع بطور مستقل علم؛ ان تمام علوم کا مجموعہ ہے جو اس کی اصطلاح کے جھنڈے تلے جمع ہے۔

تاریخ علوم القرآن

شیخ زرقانی کے نزدیک علوم القرآن کی اصطلاح سب سے پہلے امام شافعی علیہ الرحمہ نے عباسی خلیفہ ہارون رشید کے سامنے استعمال کی۔ اس کے بعد علوم القرآن کی تدوین کا صدی بہ صدی جائزہ لیا ہے۔

نزولِ قرآن

نزول قرآن کے ضمن میں شیخ زرقانی کا کہنا ہے کہ قرآن کے تین نزول ہیں۔

40۔ القرآن الکریم، 56: 77

41۔ القرآن الکریم، 21 :50

۱۔ نزولِ اول لوحِ محفوظ کی طرف۔ دلیل: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ-فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ۔[42] اس نزول کی حکمت یہ ہے کہ لوح محفوظ کا مستقل وجود ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز پہلے سے لکھی ہوئی موجود ہے، اور علم خداوندی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے:

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ [43] مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَاۚإِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّـهِ يَسِيرٌ۔ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّـهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ[44]

۲۔ دوسرا نزول آسمان دنیا میں بیت العزت کی طرف۔ دلیل:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[45] شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ[46] اس کے ساتھ چار احادیث بھی بیان فرمائی ہیں جو سب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، اور اس بارے میں تین اور اقوال بھی ذکر کیے ہیں مگر انھیں بمعزلِ من التحقیق (کہ وہ تحقیق سے دور ہیں) کہہ کر رد کیا ہے۔ تعددِ نزول کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ موید یقین ہے اور شک سے پاک ہے کیونکہ متعدد مقامات پر یہ موجود ہے۔

۳۔ نزول ثالث: روح الامین سیدنا جبریل علیہ السلام کے واسطے رسول اللہ ﷺ کے دل پر اس کا نزول۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ -عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ [47] ان آیات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر وحی جبریل لے کر آتے تھے، مگر خود انھوں نے اللہ تعالی سے کیسے اخذ کیا ہے؟ اس بارے میں مصنف صاحب نے تین قول ذکر کیے ہیں مگر راجح اس کو قرار دیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سماعاً اخذ کیا ہے۔ اور اس کی تائید میں طبرانی کی ایک روایت نقل کی ہے۔ مصنف نے واضح کیا کہ حضرت جبریل کا نزولِ قرآن میں اخذ کرنے اور آگے پہنچانے کے سوا کوئی کردار نہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا قرآن میں حفظ کرنے، تبلیغ، بیان و تفسیر اور پھر نفاذ و تطبیق کے سوا، اس کے بنانے میں کوئی کام نہ تھا، جیسا کہ قرآن نے خود اس کی مکرر وضاحت کی ہے: وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ [48] وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ

42۔ القرآن الکریم، ۸۵: 21-22
43۔ القرآن الکریم، ۵۴: 53
44۔ القرآن الکریم، ۵۷: 22-23
45۔ القرآن الکریم، ۹۷: 1
46۔ القرآن الکریم- ۲: 185
47۔ القرآن الکریم- 26: 193-194
48۔ القرآن الکریم- 27: 6

مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [49] پھر فرمایا ہے کہ قرآن کا مختلف زمانوں میں نازل ہونے کے باوجود، منظم اور مرتب کتاب ہونا اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اس کے بعد مصنف صاحب نے سب سے پہلے اور سب سے آخر میں نازل شدہ آیات، قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے فوائد اور وحی کے تعارف اور اس پر وارد ہونے والے سوالات اور جوابات پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں انھوں نے بیسویں صدی عیسوی کے معروف مفکر علامہ فرید وجدی کی کتاب "السیرة المحمدية تحت ضوء العلم والفلسفة" سے استفادہ کیا ہے۔

اسباب نزول کی بحث

پانچویں بحث میں اسبابِ نزول اور اس کے متعلقہ مسائل پر گفتگو کی ہے اور اسبابِ نزول کی معرفت کے درج ذیل فوائد بیان کیے ہیں:

۱۔ حکمتِ الٰہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے جس سے مومن کا ایمان پختہ ہوتا ہے اور منکر کو سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۲۔ قرآن کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور اشکالات کا ازالہ ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ واحدی کے حوالے سے فرمایا ہے کہ سببِ نزول کے بغیر قرآن کی بعض آیات کا درست مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرہ کی آیت: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ اور إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ جیسی آیات کا صحیح مطلب شانِ نزول کے بغیر واضح نہیں ہوتا۔

۳۔ جہاں بظاہر حصر کا احتمال ہو وہ دور ہو جاتا ہے، جیسے قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ [50]

۵۔ اگر سببِ نزول آیت کے لیے بطور مخصص وارد ہو تو وہ آیت کے حکم سے خارج نہیں ہوتا اور آیت کا حکم خاص ہو جاتا ہے۔

۶۔ جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہوتی ہے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔

49۔ القرآن الکریم۔ ۷: 203

50۔ القرآن الکریم، ۶: 145

۷۔ حفظ کرنے اور سمجھنے میں آسانی کا باعث بنتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قرآن کا خطاب عام ہے جب تک خصوص کا کوئی سبب نہ پایا جائے، مگر بعض اس سے اختلاف کرتے ہیں، اگرچہ نتیجے کے اعتبار سے اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑھتا کیونکہ ان کے نزدیک علت کے شمول سے حکم متعدی ہو جاتا ہے۔ عموم و خصوص کے اس اہم مسئلے میں عموم کے معتبر ہونے پر جمہور کے دلائل کو منطقی صغریٰ و کبریٰ کے انداز میں بیان کیا ہے اور مخالفین کا رد منطقی انداز میں کرنے کے بعد معذرت بھی کی ہے۔

مؤلف صاحب مباحث کے درمیان اہم نکات بھی بیان کرتے ہیں جیسے سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے سامنے قرآن کے حوالے سے اشکال کا تذکرہ۔ جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے دوسری قراءت میں قرآن پڑھا تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی، نبی اکرم ﷺ نے دونوں کی قراءت کو درست قرار دیا تو سیدنا ابی کو شک ہوا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس سے یہ شک دور ہوا۔ اسی طرح یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظتِ قرآن کا خصوصی خیال رکھتے تھے جیسا کہ بعض صحابہ کرام کا دوسرے صحابہ کے پڑھنے پر نکیر سے معلوم ہوتا ہے۔

سبعۃ اُحرُف

علومِ قرآن میں ایک معرکہ آرا مسئلہ "سبعۃ اُحرُف" کا ہے، اس پر شیخ زرقانی نے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور شیخ زرقانی کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد مندرجہ ذیل اختلافات ہیں:

۱۔ اسما کا اختلاف، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث ۲۔ تصریفِ افعال ماضی، مضارع، امر ۳۔ وجوہِ اعراب
۴۔ بعض حروف کی کمی اور اضافہ، ۵۔ تقدیم و تاخیر ۶۔ ابدال
۷۔ لہجوں کا اختلاف

مکی اور مدنی کی بحث

مکی اور مدنی آیتوں کی پہچان بھی علوم القرآن کا ایک اہم مسئلہ ہے، اس پر مکی صاحب اور عزالدرینی نے لکھا ہے اور عصر حاضر میں اس پر مستقل اور بہت عمدہ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ شیخ زرقانی نے بھی مکی اور مدنی سورتیں پہچاننے کے قواعد اور اصول ذکر کیے ہیں۔ چونکہ مصنف صاحب کا اندازِ تحریر مخاطبانہ اور تفصیل سے علمی نکات سمیت سمجھانے کا ہے۔ اور جب انھیں احساس ہوتا ہے کہ بات طویل ہوگئی ہے تو فوراً معذرت کر کے وجہ بیان کرتے ہیں۔

5۔ تفسیر جامع البیان امام ابن جریرؒ طبری

امام ابن جریرؒ کا مکمل نام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید ابن کثیر غالب طبری ہے۔آپ 224ہجری کو آئل طبرستان میں پیدا ہوئے۔بارہ سال کی عمر میں علوم وفنون کے حصول کی خاطر مختلف ممالک اور اقالیم کے اکناف واطراف میں گھوم پھر کر مصر،شام اور عراق وغیرہ میں وقت ک اساطین عم اورکبار شیوخ کی مجالس سے بھر پور استفادہ کیا۔بعد میں مستقل طور پر بغداد میں رہائش پزیر ہوئے۔حتیٰ کہ 310ہجری میں دار فانی سے عالم جادوانی کو سدھارے۔

علمی مقام

امام ابن جریرؒ کاشمار ائمہ اعلام میں سے ہوتا ہے۔علم ونقل میں رسوخ اور شہرہ کی بناء پر اُن کی آراء اور اقوال کو قابل اعتماد سمجھاجاتا ہے۔تھوڑی ہی مدت میں اتنے کثیر علوم جمع کرلئے کہ ہم عصروں میں سے کوئی بھی اُن کا ہم پلہ نہ تھا۔کتاب اللہ کے حافظ وماہر،قرآن مجید میں بصیرت رکھنےوالے ،معانی سے واقف، احکام قرآن میں فقیہ، سنن کے طرق اور صحیح وسقیم اور ناسخ ومنسوخ کے عالم صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین، تابعینؒ،اور اُن کے بعد والے لوگوں کے مختلف اقوال سے واقف، حلال اور حرام کے مسائل سے آگاہی،وقائع وحوادث ے بارے میں کامل معلومات رکھنے والے تھے۔

تصنیفات

1۔جامع البیان، 2۔کتاب التاریخ المعروف "بتاریخ الامم' یہ کتاب امہات المراجع میں سے ہے۔3۔کتاب القرائت والعدد والتنزیل۔4۔کتاب اختلاف العلماء۔5۔تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔6۔کتاب الاحکام شرائع الاسلام۔ 7۔کتاب التبصر فی اصول الدین۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔جن سے ان کی علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس وقت ان کی صرف پہلی د و کتابیں متد اول ہیں۔ اما طبریؒ کو تفسیر اورتاریخ کے ابوا ب میں باپ کی حیثیت حاصل ہے۔

تفسیر جامع البیان(ابن جریر)

تفسیر ابن جریرؒ کا شمار معتبر اور مشہور ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔جن علماء نے تفسیر ماثور کا اہتمام والتزام کیا ہے،اُن کے لئے یہ کتاب اساسی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے،اور ساتھ ہی عقلی تفسیر کو بھی خاصی اہمیت دی ہے استنباط اقوال کی توجیہ وترجیح اور آزادانہ بحث کا تعلق عقلی ونقلی تفسیر سے ہے۔تفسیر ابن جریر کی ستائش کے بارے مشرق ومغرب کے علماء کے اقوال کا احاطہ کریں۔تو بحث وتمحیص کے بعد یہ بات

متفقہ طور پر سامنے آتی ہے کہ تفسیر ہذا ایک اہم مرجع ہے جس سے کوئی طالب تفسیر مستغنی نہیں ہوسکتا۔ابو حامد الاسفرا ئینی کا کہنا ہے۔اگر کوئی شخص تفسیر ابن جریرؒ کے حصول کے لئے چین کا سفر اختیار کرے تو یہ بھی کم ہے۔[51]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

> ہرحال وہ تفاسیر جولوگوں میں متد اول ہیں ان میں سے صحیح ترین تفسیر محمد بن جریر طبریؒ کی ہے۔اس میں ان کا انداز یہ ہے کہ سلفؒ کے اقوال ثابت شدہ سندوں سے نقل کرتے ہیں، اور اس میں بدعت کا بھی شائبہ تک نہیں "متھم بالکذب" جیسے مقاتل اور کلبی وغیرہ سے کوئی شئ نقل نہیں کرتے۔[52]

ابن سبکیؒ فرماتے ہیں:

> امام ابو جعفرؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا کیا تم قرآنی تفسیر کے لئے تیار ہو؟انھوں نے دریافت کیا اس کا کتنا اندازہ ہوگا۔کہا تیس ہزار ورقہ۔انھوں نے کہا اس کی تکمیل سے قبل تو ہماری عمریں ختم ہوسکتی ہیں۔تو انھوں نے اس کا تین ہزار اوراق میں اختصار کردیا پھر کہا کیا تم تاریخ کے لئے تیار ہو جس کا آغاز آدمؑ سے اور انتہاء موجودہ دور پر ہو۔انھوں نے کہا اس کا کتنا اندازہ ہوگاآپ نے اسی طرح بیان کیا جس طرح تفسیر کے بارے میں اظہار کیاتھا۔تو انھوں نے بھی آگے سے اسی مثل جواب دیا،تو شیخؒ نے ہمتوں کے ٹوٹ جانےپر انا اللہ پڑھا۔اور تاریخ کو بھی اسی طرح مختصر کردیا جس طرح تفسیر کو کیا۔[53]

طبری کا منہج

قرآن مجید سے جب کسی آیت کریمہ کی تفسیر کرنی چاہتے ہیں تو کہتے ہیں":القول فی تاویل قوله کذا وکذا"۔پھر آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔اور اسکے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اور تابعینؒ عظام سے

51۔ معجم الادباء،ج18،ص42

52۔ فتاویٰ ابن تیمیہؒ،ج2،ص192

53۔ ابن سعد،أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی(م230ھ)، **الطبقات الکبیر(الطبقات الکبریٰ)**، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، (بیروت،: دار الکتب العلمیۃ،1410ھ،1990ء)،ج2،ص147

اسانید کے ساتھ تفسیر بالماثور لاتے ہیں۔جب کسی آیت میں دو یا زیادہ اقوال ہوں۔تو اُن کو تشریح کرتے ہیں۔نیز ہر قول پر بطور استشہاد مرویات صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین ؒ بیان کرتے ہیں۔پھر مجرد روایت پر اکتفاء نہیں کرتے۔بلکہ اقوال کی توجیہہ وترجیح بیان کرتے ہیں۔اور آیت سے ممکنہ حد تک احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کا انکار

امام ابن جریرؒ اصحاب الرائے سے سخت اختلاف کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین ؒ سے منقول علم دوسروں کی طرف منتقل کیاجائے۔اُن کے نزدیک صحیح تفسیر کی یہی ایک علامت ہے محض لغت سے بھی تفسیر کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔

متنوع مسائل

امام ابن جریرؒ روایات مع اسانید پورے اہتمام کے ساتھ لاتے ہیں ،اور عموماً اُن کی صحت وسقم کے بارے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔اس اعتبار سے ان کا وہی نظریہ ہے جو کہ اہل فن کے ہاں مشہور ومعروف ہے کہ:

"من اسندلك فقد حملك للبحث عن رجال السند" جس نے سند بیان کردی اُس نے راویوں کے بارے میں تجھے بحث کا ذمہ دار ٹھہرایا۔اس اصول کے پیش نظر اسرائیلی روایات کثرت سے بیان کرتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود بسا اوقات غیر صحیح روایت کو جرح وتعدیل کی بناء پر رد کردیتے ہیں۔

امام ابن جریرؒ نے اجماع کو خاصی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔اسی طرح منقولات کے ساتھ شک وشبہ اور ترجیح اقوال کی صورت میں لغوی استعمالات پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔قدیم شعر کی طرف بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی اتباع میں وسیع پیمانے پر رجوع کرتے ہیں۔نیز کوفیوں اور بصریوں کے صرفی ونحوی اقوال بھی وارد کرتے ہیں کبھی بصری مذہب کو قبول کرتے ہیں۔اور کبھی کوفیوں کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔فقہی احکام پر علماء وفقہاء کے اقوال کو راجح اقوال کے ساتھ احاطہ تحریر میں لاتے ہیں جبکہ کلامی مسائل میں اہل سنت کے عقائد کو اختیار کیا ہے اور مخالفین کی خوب خبر لی ہے۔بے فائدہ امور سے اعراض وانصراف کرتے ہیں۔بخلاف دیگر مفسرین کی روش کہ وہ ہر قسم کا رطب ویابس جمع

کردیتے ہیں۔الختصر یہ ایک جلیل امام کی عظیم قرآنی تفسیر کا مختصر سا خاکہ بطور تعارف عامۃ الناس کے استفادہ کے لئے پیش کیا ہے۔جس کے ساتھ لگاؤ اور شغف ہر مسلمان اور طالب علم کا دینی تقاضا ہے۔

6۔ تفسیر ابن کثیر

عمادالدین ابوالفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر701 ھ [54]میں شام کے شہر بصریٰ کے مضافات میں 'مجدل' نامی بستی میں پیدا ہوئے[55] اور دمشق میں تعلیم و تربیت پائی۔آپ نے اپنے عہد کے ممتاز علماء سے استفادہ کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، علم الرجال اور نحو و لغتِ عربی میں مہارت حاصل کی [56]۔آپ نے 774 ھ میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرۂ صوفیہ میں مدفون ہوئے۔[57]

امام ابن کثیر بحیثیتِ مفسر، محدث، مؤرخ اور نقاد ایک مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں۔آپ نے علومِ شرعیہ میں متعدد بلند پایہ کتب تحریر کیں۔تفسیر القرآن العظیم اور ضخیم تاریخ البدایۃ والنھایۃ آپ کی معروف تصانیف ہیں جن کی بدولت آپ کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔زیرِنظر مضمون اول الذکر کتاب کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

تعارفِ تفسیر

علامہ ابن کثیرنے قرآن کی جو تفسیر لکھی وہ عموماً تفسیر ابن کثیر کے نام سے معروف ہے اور قرآنِ کریم کی تفاسیر ماثورہ میں بہت شہرت رکھتی ہے۔اس میں مؤلف نے مفسرین سلف کے تفسیری اَقوال کو یکجا کرنے کااہتمام کیا ہے اور آیات کی تفسیر اَحادیثِ مرفوعہ اور اَقوال و آثار کی روشنی میں کی ہے۔تفسیر

54۔ الداؤدی، **طبقات المفسرین**، 112:1۔ بعض مؤرخین نے ابن کثیر کا سن ولادت 700ہجری قرار دیا ہے۔ شذرات الذھب لابن العماد، 231:6، ذیل طبقات الحفاظ لجلال الدین السیوطی، صفحہ 361، مطبعۃ التوفیق بدمشق، 1347ھ، عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر لاحمد محمد شاکر 22:1، دارالمعارف القاھرۃ، 1376ھ/1956ء۔ خود امام ابن کثیر اپنی کتاب "البدایہ والنھایۃ" میں 701ھ کے واقعات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وفیھا ولد کاتبہ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی"(البدایہ والنھایہ، 21:14)

55۔ احمد محمد شاکر، **عمدہ التفسیر**، 22:1، بعض مآخذ کے مطابق ابن کثیر دمشق کے مضافات میں مشرقی بصریٰ کی ایک بستی "مجدل القریۃ" میں پیدا ہوئے۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن شمس الدین الحسینی، ص 57، مطبعۃ التوفیق، دمشق، 1347ھ، جبکہ رضا کحالہ نے مقام ولادت "جندل" تحریر کیا ہے۔ معجم المؤلفین، 284:3، مطبعۃ الترقی بدمشق، 1376ھ/1957ء

56۔ الذہبی، شمس الدین، **تذکرۃ الحفاظ**، 1508:4، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن الھند، 1377ھ/1958ء ابن العماد، شذرات الذھب، 231:6، الشوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، مطبعۃ السعادۃ القاھرہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1348ھ

57۔ النعیمی، عبدالقادر بن محمد، **الدارس فی تاریخ المدارس**، 37/1، مطبعۃ الترقی، دمشق، 70-1367ھ

ابن جریر کے بعد اس تفسیر کو سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے۔اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔یہ تفسیر دس جلدوں میں تھی۔1300ھ میں یہ پہلی مرتبہ نواب صدیق حسن خان کی تفسیر'فتح البیان' کے حاشیہ پر بولاق، مصر سے شائع ہوئی۔1343ھ میں تفسیر بغوی کے ہمراہ نوجلدوں میں مطابع المنار، مصر سے شائع ہوئی۔پھر 1384ھ میں اس کو تفسیر بغوی سے الگ کرکے بڑے سائز کی چار جلدوں میں مطبع المنار، مصر سے شائع کیا گیا۔بعد ازاں یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی ہے۔احمد محمد شاکر نے اس کو بحذفِ اسانید شائع کیا ہے۔محققین نے اس پر تعلیقات اور حاشئے تحریر کئے ہیں جن میں سید رشید رضا کا تحقیقی حاشیہ مشہور ہے۔علامہ احمد محمد شاکر (م1958ء) نے عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے۔اس میں آپ نے عمدہ علمی فوائد جمع کئے ہیں، لیکن یہ نامکمل ہے۔اس کی پانچ جلدیں طبع ہوچکی ہیں اور اِختتام سورۃ الانفال کی آٹھویں آیت پر ہوتا ہے۔

محمد علی صابونی نے تفسیر ابن کثیر کو تین جلدوں میں مختصر کیا اور 'مختصر تفسیر ابن کثیر' کے نام سے اسے 1393ھ میں مطبع دارالقرآن الکریم، بیروت سے شائع کیا۔بعد ازاں محمد نسیب رفاعی نے اس کو چار جلدوں میں مختصر کیا اور اسے تیسیر العلي القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر کے نام سے موسوم کیا۔یہ 1392ھ میں پہلی مرتبہ بیروت سے شائع ہوئی۔

شانِ نزول کا بیان

اگر کسی سورۃ یا آیت کا شانِ نزول ہے توامام ابن کثیراپنی تفسیر میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں، مثلاً سورۃ بقرہ کی آیت:109 وَدَّ كَثِيرٌ مِن أَهلِ الكِتٰبِ لَو يَرُدّونَكُم مِن بَعدِ إيمٰنِكُم كُفّارًا حَسَدًا مِن عِندِ أَنفُسِهِم مِن بَعدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمُ الحَقُّ ۖ فَاعفوا وَاصفَحوا حَتّىٰ يَأتِيَ اللَّهُ بِأَمرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلىٰ كُلِّ شَيءٍ قَديرٌ کے تحت لکھتے ہیں:

> ابن عباس سے روایت ہے کہ عرب یہودیوں میں حیی بن اَخطب اور ابویاسر بن اَخطب دونوں مسلمانوں کے شدید ترین حاسد تھے اور وہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔جہاں تک ان کا بس چلتا وہ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے۔ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، زہری کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف

شاعر تھا اور وہ اپنی شاعری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[58]

سورۃ اِخلاص کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے رب کے اوصاف بیان کریں، اس پر یہ آیت اتری، اور حافظ ابویعلی موصلی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو یہ سورۃ اُتری۔[59]

7۔البیان فی مقاصد القرآن

اس کتاب کے مصنف صدیق بن حسن علی قنوجی بخاری رحمہ اللہ ہیں جو قنوج کی طرف منسوب ہیں، جو دوآب کے درمیان ہندوستان کا ایک علاقہ ہے۔یہ سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں فتح ہوا اور بخاری مشہور شہر کی طرف نسبت ہے۔محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ اسی شہر کے رہنے والے تھے۔موصوف اگرچہ مفسرین اور محدثین میں سے تو نہیں ہیں، لیکن اپنے آپ کو ان کے دامن سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔وہ ان کی گل زمین میں سبزۂ بیگانہ کی طرح اگا ہوا ہے۔موصوف نے اپنے تفصیلی حالاتِ زندگی اپنی کتاب ''الحطہ'' اور ''اِتحاف النبلاء'' میں لکھے ہیں۔موصوف کی ولادت انیس (۱۹) جمادی الاولی ۱۲۴۸ھ علاقہ بانس بریلی میں ہوئی اور وطن مالوف یعنی شہر قنوج میں اپنی مہربان ماں کی آغوش میں نشو و نما پائی۔وہ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔شعور کی عمر کو پہنچ کر علم و فضل کے حصول کے لیے باہر نکلا۔علومِ متداولہ اور فنونِ رسمیہ کی تحصیل کے بعد فاتحۂ فراغ پڑھی۔مشیتِ الٰہی کے ساتھ علوم کتاب و سنت کے محاسن اس کے خیال کے خانے میں بیٹھ گئے اور وہ تمام عقلی فنون سے بیزار ہو گیا۔سنن نبویہ کے دستر خوان سے ٹکڑا حاصل کیا اور علمِ حدیث و تفسیر کے خدام کی لڑی میں منسلک ہو کر ان کا حلقہ بگوش بن گیا۔ہندوستان اور عربستان کے مشائخِ علومِ قرآن و حدیث سے سند و اجازتِ روایت حاصل کی۔آغاز میں فنونِ رسمیہ کی ان بہت سی تالیفات کو طلب کیا، جو معاصرین کی فضیلت کا سرمایہ ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر تالیفات اس بندے کی نگاہ میں پایہ اعتبار سے گر گئیں۔چنانچہ اس نے ان میں سے بعض چیزوں کو ختم کر کے اور بعض کو باقی رکھ کر ان کو درست کیا۔مذکورہ تالیف کے ساتھ ساتھ بندے نے اپنے لیے اور اپنی اولاد و احباب کے لیے کتب اور رسائل تالیف کیے، جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

58۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، 153:1

59۔ نفس مصدر، 565:4

1۔إفادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ 2۔إتحاف النبلاء المتقین بإحیاء مآثر الفقہاء المحدثین 3۔الانتقاد الرجیح في شرح الاعتقاد الصحیح 4۔الإدراک لتخریج أحادیث رد الإشراک 5۔الاحتواء علیٰ مسئلۃ الاستواء 6۔إکسیر في أصول التفسیر 7۔بغیۃ الرائد في شرح العقائد 8۔الجنۃ في الأسوۃ الحسنۃ بالسنۃ 9۔الحطۃ بذکر الصحاح الستۃ 10۔حصول المأمول من علم الأصول 11۔الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون۔اس کتاب میں چالیس (۴۰) متواتر روایات ذکر کی گئی ہیں 12۔رحلۃ الصدیق إلی البیت العتیق۔یہ کتاب فریضۂ حج کے مناسک پر تالیف کی گئی ہے 13۔الروضۃ الندیۃ في شرح الدرر البہیۃ 14۔فتح المغیث بفقہ الحدیث،یہ "الدرر البہیۃ" کا اردو ترجمہ ہے۔15۔فتح البیان في مقاصد القرآن،یہ علمِ تفسیر پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جس کا تعارف ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

فتح البیان فی مقاصد القرآن

یہ مکمل قرآنِ مجید کی تفسیر ہے،جو عربی زبان میں ہے۔اس تفسیر میں الفاظِ قرآن کی لغوی تشریح،نحوی و صرفی تحقیق،اعجازِ قرآن اور فصاحت و بلاغت کے ہر پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے اسماے سور کی تشریح،وجہ تسمیہ اور اسبابِ نزول انتہائی بسط کے ساتھ تحریر ہیں اور صحیح احادیث کو مدِنظر رکھ کر قرآنی معانی و مطالب کی توضیح کی گئی ہے۔یہ کتاب پہلی مرتبہ مؤلف رحمہ اللہ کی نگرانی میں بھوپال سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔پھر مولف رحمہ اللہ نے اس میں مزید اضافے کیے اور اسے مصر سے دس جلدوں میں مطبعہ منیریہ (بولاق مصر) سے ۱۳۰۰ھ میں طبع کروایا۔[60] بعد ازاں اسے مکتبہ عصریہ (بیروت،لبنان) نے ادارہ احیاء التراث الاسلامی،قطر اور ادارہ شؤون اسلامیہ (وزارتِ اوقاف) قطر کے تعاون سے پندرہ جلدوں میں شائع کیا۔

8۔علوم القرآن اور اصول تفسیر : مولانا محمد تقی عثمانی

محمد تقی عثمانی :آپ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء بروز شنبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔آپ ماہنامہ "البلاغ" کے ۱۹۶۷ء سے مدیرِاعلیٰ ، دارالعلوم کے استاذِ حدیث اور ۱۹۷۶ء سے نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز ہیں۔متعدد دینی کتابوں کے مؤلف بھی ہیں۔آپ سپریم کورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں۔تقسیم ہند کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی جبکہ آپ نے اپنے والد اور خاندان سمیت پاکستان کو ہجرت کیا۔ڈاکٹر عبدالرزاق

60۔ جماعتِ اہل حدیث کی تصنیفی خدمات،ص:۱۰

اسکندر کی وفات کے بعد 19 ستمبر 2021ء کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلسِ شوری نے انہیں متفقہ طور پر صدر منتخب کیا ہے۔

کتاب کا تعارف

510 صفحات پر مشتمل مکتبہ دارالعلوم۔کراچی نمبر 14 سے شائع کردہ زیر تبصرہ کتاب "علوم القرآن اور اصول تفسیر" کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں آٹھ ابواب ہیں، باب اوّل تعارف، دوم تاریخ نزول قرآن ، سوم قرآن کے سات حروف، چہارم ناسخ و منسوخ، پنجم تاریخ حفاظت قرآن، ششم حفاظت قرآن سے متعلق شبہات اور ان کا جواب،ہفتم حقانیت قرآن، ہشتم مضامین قرآن۔حصہ دوم میں کل چار باب ہیں، باب اوّل علم تفسیر اور اس کے مآخذ، دوم تفسیر کے ناقابل اعتبار مآخذ، سوم تفسیر کے چند ضروری اصول ، چہارم قرون اولی کے بعض مفسرین۔دونوں حصوں میں ہر باب کے نیچے متعدد عنوان ہیں جن کے تحت نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔قرآن حمید اور قرآن پاک کے ماہر علمائے کرام کے سلسلے کے بعض اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ شافی اور خاصے فاضلانہ ہیں۔خاص کر تفسیر قرآن کے بعض ناقابل اعتبار مآخذ کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے اس کا مطالعہ بھی نہایت بصیرت افروز ہے۔"تفسیر کے چند ضروری اصول" کے عنوان کے تحت تفہیم قرآن کے لیے بعض بنیادی اصولوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جو عموماً جمہور کے نقطہ نظر کے مطابق ہیں۔

9۔علوم القرآن از علامہ شمس الحق افغانی

مولانا شمس الحق افغانی بن غلام حیدر بن سید عالم خان۔۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء کو ترنگزئی ضلع چارسدہ میں پیدا ہوئے ۔پرائمری پاس کرنے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے علماء سے علوم حاصل کئے۔۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء کو دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔کئی مدارس میں تدریس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بھی تدریس کی۔۱۹۳۹ء میں قلات کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔کئی بار پاکستان کے صدور سے تمغۂ امتیاز حاصل کرچکے ہیں۔یونیورسٹی آف پشاور نے آپ کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری بھی دی۔آپ ۷ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ ۱۶اگست ۱۹۸۳ء بروزِ منگل دارِفانی سے کوچ کرگئے۔نماز جنازہ ترنگزئی میں مولانا عبدالحق حقانی ،بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے پڑھایا۔

کتاب کا تعارف

کتاب علوم القرآن مؤلف کی عمدہ تصنیف ہے جو ضرورۃ القرآن (یعنی نوع انسانی کے لیے وحی الہی اور قرآن کی ضرورت پر عقلی و فلسفی دلائل)،صداقۃ القرآن (یعنی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور معجز ہونے کی عقلی دلائل اور مستشرقین یورپ کی تردید)، تنزیل القرآن و تدوینہ(یعنی نزول قرآن و جمع قرآن کی تحقیق)، محفوظیۃ القرآن(یعنی قرآن کی محفوظیت کے دلائل اور مستشرقین کے شبہات کی تردید) اور مبہمات القرآن(یعنی قرآن کے اہم مقامات کا حل اور ان کے حکم و اسرار اور ازالہ شبہات) پر مشتمل ہے۔مولف نے زیر نظر کتاب میں تعبیرات میں اصطلاحی تعبیرات سے کم کام لیا ہے اور زیادہ تر جدید مذاق کے مطابق رکھا ہے، نیز مطالب قرآن کے تعین میں اسلاف امت سے انحراف نہ ہو اور جو کچھ معارف و حقائق بیان ہوں وہ اپنے اندر مسلک سلف کی تائیدی شان رکھتے ہوں نہ تحریفی۔اس کے علاوہ دورحاضر چونکہ دور عقلیت و فلسفیت کا لہٰذا مقاصد شرعیہ نقلیہ کو عقل اور فلسفہ کے رنگ میں بیان کیا اور مغرب زدہ طبقہ کے لئے سامان ہدایت بن جائے۔

10۔محاضرات قرآنی از ڈاکٹر محمود احمد غازی

ڈاکٹر محمود احمد غازی ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کراچی ہی میں حاصل کی۔کراچی کے بڑے تعلیمی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی کچھ عرصے زیر تعلیم رہے۔۶۰ کی دہائی کے آخر میں آپ کے والد حافظ محمد احمد صاحب اسلام آباد منتقل ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب بھی وہیں چلے گئے۔آپ کی مزید تعلیم اسلام آباد اور پنڈی میں ہی مکمل ہوئی، ۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹر کیا،اور پھر اسی یونیورسٹی سے آپ نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب نے پاکستان اور بیرون پاکستان اہم ترین ذمے داریاں ادا کیں،اور ہر ذمے داری میں امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ نمایاں رہے۔آپ وفاقی وزیر مذہبی امور۔صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ،اسلام آباد۔نائب صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی۔بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔جج شریعت اپیلٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان۔خطیب شاہ فیصل مسجد ،اسلام آباد۔رکن اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ اہم ترین مناصب پر فائز رہے۔اس وقت بھی آپ اہم ترین ذمے داریوں پر فائز تھے۔آپ مارچ ۲۰۱۰ء سے وفاقی شرعی عدالت ،اسلام آباد کے جج تھے،اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے شریعہ ایڈوائزری بورڈ کے چیرمین کا منصب بھی آپ کے پاس تھا۔ ڈاکٹر صاحب نہایت جفاکش، محنتی، کمیٹڈ اور دل درد مند رکھنے والے محقق، عالم، مفکر ،داعی اور فقیہ تھے،اسلامی بینکنگ کے آپ پاکستان میں بانیوں میں شمار ہوتے ہیں، تکافل کا ابتدائی

خاکہ آپ ہی کا تشکیل کردہ ہے جس پر پاکستان سے پہلے بعض عرب ممالک میں عمل ہوا۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کا 26 ستمبر 2010ء کو انتقال ہوا۔

کتاب کا تعارف

زیر تبصرہ کتاب "محاضرات قرآنی" محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب □ کی تصنیف ہے۔جو در حقیقت ان کے ان دروس اور لیکچرز پر مشتمل ہے جو انہوں نے راولپنڈی اور اسلام آباد میں درس قرآن کے حلقات سے وابستہ مدرسات قرآن کے سامنے پیش کئے۔یہ محاضرات قرآنیات پر دیے گئے بارہ خطبات کا مجموعہ ہے جن کی ترتیب کچھ یوں ہے:

خطبہ اول:تدریس قرآن مجید:ایک منہاجی جائزہ

خطبہ دوم:قرآن مجید:ایک عمومی تعارف

خطبہ سوم:تاریخ نزول قرآن مجید

خطبہ چہارم: جمع وتدوین قرآن مجید

خطبہ پنجم: علم تفسیر:ایک تعارف

خطبہ ششم:تاریخ اسلام کے چند عظیم مفسرین

خطبہ ہفتم: مفسرین قرآن کے تفسیری مناہج

خطبہ ہشتم:اعجاز القرآن

خطبہ نہم:علوم القرآن

خطبہ دہم: نظم قرآن اور اسلوب قرآن

خطبہ یازدہم: قرآن مجید کا موضوع اور اس کے اہم مضامین

خطبہ دوازدہم:تدریس قرآن مجید: دور جدید کی ضروریات اور تقاضے

محاضرات قرآنی اس لحاظ سے بڑی خصوصیت کے حامل ہیں کہ اس میں قرآنیات کے حوالے سے تقریباً تمام موضوعات کا احاطہ کرنے اور طویل و دقیق موضوعات کو مختصر اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بڑی حد تک ڈاکٹر صاحب کو اس کوشش میں کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں محاضرات قرآنی کا مطالعہ ایک عام قاری کو دوسری بہت سی کتب سے مستغنی کرتا اور ایک محقق کے علمی سفر کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، وہاں ڈاکٹر صاحب کے علمی مقام و مرتبہ کو بھی اجاگر کرتا ہے۔جہاں یہ محاضرات ایک ادیب کے لیے ادب کی چاشنی اور ایک محقق کے لیے تحقیقی راہنمائی لیے ہوئے ہیں،

وہیں ایک مدرس کے لیے انداز تدریس کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔ان کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ ایک عام قاری بھی ان کے مطالعہ کے دوران میں کسی قسم کا ثقل اور بوجھ محسوس نہیں کرتا۔

علم اسباب نزول پر اور بھی بہت کتابیں تالیف کی گئیں ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ أسباب النزول: شیخ المحدثین علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ) کی تالیف ہے۔علی بن مدینی رحمہ اللہ ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی۔

2۔ أسباب النزول: اس کے سو اجزا ہیں،جو شیخ عبدالرحمن بن محمد فطیس معروف بہ مطرف اندلسی رحمہ اللہ (المتوفی:402 رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ابو نصر سیف الدین احمد بن اسبر تیکینی رحمہ اللہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ لکھا ہے۔

3۔ أسباب النزول: شیخ ابوالحسن علی بن احمد واحدی مفسر رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۸ھ) کی تالیف ہے۔اس موضوع کی مصنفات میں سب سے زیادہ مشہور تصنیف ہے۔اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:"الحمد للہ الکریم الوہاب۔۔۔"

شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری رحمہ اللہ (المتوفی:۷۳۲ھ) رحمہ اللہ نے اس کا اختصار کیا ہے۔انھوں نے اس میں موجود روایات کی سندوں کو حذف کر دیا اور اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

4۔ أسباب النزول: ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی البغدادی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

5۔ أسباب النزول: شیخ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفی:752ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے، لیکن اس کا مسودہ مبیضے میں منتقل نہیں ہو سکا۔

6۔ أسباب النزول: شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن شعیب المازندرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۸۸ھ) کی تالیف ہے۔

7۔ الاستغناء بالقرآن: یہ حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد معروف بابن رجب حنبلی بغدادی (المتوفی: ۷۹۵ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

8۔ الاستغناء في التفسير: اس کی ایک سو جلدیں ہیں۔یہ شیخ ابو بکر محمد بن علی بن احمد اِدفوی (المتوفی:۳۰۸ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

9۔ اسماء القرآن الکریم: شیخ امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب درعی معروف بابن القیم جوزی حنبلیؒ (المتوفی:۷۵۱ھ) کی تالیف ہے۔

10۔ أسماء من نزل فيهم القرآن: یہ شیخ اسماعیل الضریر رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

11۔ الأسئلة فی البسملة: برہان الدین ابراہیم بن محمد القباقبی رحمہ اللہ (المتوفی فی حدود ۸۰۵ھ) کی تالیف ہے۔

12۔ أسئلة الإمام: یوسف بن الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۵۵ھ) کی تفسیر و حدیث وغیرہ سے متعلق تالیف ہے۔

Bibliography

1. Ibn Sa'd, Abū 'Abd Allāh Muḥammad bin Sa'd bin Manī' al-Hāshimī (d. 230 AH), al-Ṭabaqāt al-Kubrā, Taḥqīq: Muḥammad 'Abd al-Qādir 'Aṭā, (Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 1410 AH/1990 CE), vol. 2, p. 147

2. Ibn 'Āshūr, Muḥammad Ṭāhir bin 'Āshūr (1879-1973 CE), al-Tahrīr wa al-Tanwīr, (Bayrūt: Dār al-Tūnisīyah, 2002 CE)

3. Ibn Kathīr, Abū al-Fidā', Ismā'īl bin 'Umar bin Kathīr bin Ḍaw' bin Dar' al-Qurashī al-Ḥaṣlī al-Buṣrawī al-Dimashqī al-Shāfi'ī (d. 774 AH), Tafsīr Ibn Kathīr, (Bayrūt: Dār Ibn Kathīr, 2004 CE)

4. Abū al-Ḥasan 'Alī bin Aḥmad bin Muḥammad bin 'Alī al-Wāḥidī al-Nīshāpūrī al-Shāfi'ī (d. 468 AH), Asbāb al-Nuzūl, Qadīmī Kitāb Khānah, Ārām Bāgh, Karāchī, s.n.

5. 'Abd al-Raḥmān bin Abī Bakr Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Ma'ālim al-'Ulūm al-Islāmīyah, (Dimashq: Dār al-Qalam, al-Ṭab'ah al-Ūlā, 1996 CE)

6. Muḥammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Dār al-Salām, al-Riyāḍ, Ṭab'ah Thānīyah, 1999 CE

7. Shāh Walī Allāh al-Dihlawī, al-Fawz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr, (Arabī Tarjumah), Qadīmī Kitāb Khānah, Ārām Bāgh, Karāchī, s.n.

8. Shams al-Dīn al-Dhahabī, Tadhkirah al-Ḥuffāẓ, Maṭba'ah Majlis Dā'irah al-Ma'ārif al-'Uthmānīyah, Ḥaydarābād al-Dakkan al-Hind, 1377 AH/1958 CE, 4:1508

9. Muḥammad 'Abd al-'Aẓīm al-Shaykh, Manāhil al-'Irfān fī 'Ulūm al-Qur'ān, Taḥqīq: Fawwāz Aḥmad Zamrī, Dār al-Kitāb al-'Arabī, Bayrūt, Ṭab'ah Rābi'ah, 1423 AH/2002 CE

10. Abū 'Abd Allāh Muḥammad bin 'Abd al-Bāqī al-Zurqānī (1055-1122 AH/1645-1710 CE), Manāhil al-'Irfān, (Bayrūt Lubnān: Dār Ṣādir, al-Ṭab'ah al-Ūlā, 2001 CE)

11. al-Zurkashī, Badr al-Dīn, al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān, Taḥqīq: Muṣṭafā 'Abd al-Qādir 'Aṭā, Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, Bayrūt, Ṭab'ah Ūlā, 1428 AH/2007 CE

Here is the English roman transliteration of the Arabic text using the specific words you provided:

1. al-Shāṭibī, Abū Isḥāq, Ibrāhīm bin Mūsā, al-Imām al-Aṣūlī, al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharī'ah, Dār al-Ḥadīth al-Qāhirah, 1427 AH/2006 CE

2. Shashmāhī, 'Ulūm al-Qur'ān, 'Alī Gharh, Khāṣṣī Ashā'ah, Qur'ānī 'Ulūm bis-Wīsūyīn Ṣadī mein, Seminār Numbur, Janwarī, Disambir 2004-2005 CE

3. Muḥammad bin 'Alī, al-Badr al-Ṭāli' bi-Maḥāsin min ba'd al-Qarn al-Sābi', Maṭba'ah al-Sa'ādah al-Qāhirah, al-Ṭab'ah al-Ūlā, 1348 AH

4. 'Abd al-Qādir bin Shaykh bin 'Abd Allāh al-Ḥusaynī, al-Ḥaḍramī, al-Yamanī al-Hindī (1038 AH), al-Nūr al-Ṣāfir 'an Akhbār al-Qarn al-'Āshir, (Bayrūt Lubnān: Dār Ṣādir, al-Ṭab'ah al-Ūlā, 2001 CE)